دُکھیا بانو چلاوت ھے اصغر کا ھم سے چھرائے لیو
اے کربل ھم کا لوٹ لیو جي بھر کے ھائے ستائے لیو

اے لال ھوے کیوں مجھ سے خفا بتلاؤ تو اصغر میري خطا
یہ سچ ھے تمھیں پاني نہ ملا مجبور مگر تھي یہ دُکھیا
کیوں بن میں ماں کو چھوڑ گیو اور آ بن گور بسائے لیو

بیٹا علي اکبر سن لو ذرا کچھ دھیان ھے چھوٹے بھائي کا
کم ِسن ھے ابھي یہ ماہِ لقا ھے رات بھیانك اور صحرا
گر نیند سے ڈر کر چونك پڑے تم دھر کر ھاتھ بُھلائے لیو

چھ ماہ کے ِسن میں دودھ چھوٹا ماں پھوٹ گئي چھوٹا جھولا
گردن پہ ستم کا تیر لگا اُف چلو بھر پاني نہ ملا
اِس ننھے سے سِن میں اے بیٹا تم کیا کیا رنج اوٹھائے لیو

وہ سوزِ عطش وہ پھول سي جاں وہ سوکھے لب وہ خوشك زباں
وہ تیر چلا کر کے وہ کماں ھمت پہ تیري سب تھے حیراں
ھستے ھوئے اے پیاسے اصغر تم تیر گلے پر کھائے لیو

ہے رات بھیانک نورِ نظر ، اور سونا جنگل اے دلبر

چین آئیگا بن ماں کیونکر غربت پہ تیري پھٹتا ہے جگر

تنہائي میں جب دم گھبرائے ماتا کو پاس بلائے لیو

کیا شوقِ شہادت تھا اصغر تھے دیر سے جھولے میں مضطر

حسرت کي نظر تھي سوئے پدر کھائي نہ ترس مجھ دکھیا پر

آغوش میري ویرانہ کر کے جنگل کي گود بسائے لیو